1778

لکچر

جو

جناب مولوی سید لطف علیصاحب

وکیل ہائیکورٹ مملکت آصفیہ (خلد اللہ ملکہ) و برادر مجلس مواخاۃ المسلمین

و ممبر انجمن امامیہ بمبئی و ممبر انتظامی مجلس وکلائے درجہ اول

و ممبر تھیاسوفیکل سوسیٹی چادرگھاٹ وغیرہ وغیرہ نے

تجارت پر

۲۱ فروردی ۱۳۲۰ف مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۲۸ھ کو جلسہ عام مجلس مواخاۃ المسلمین

حیدرآباد مین ارشاد فرمایا

مطبع ہاشمیہ واقع حیدرآباد مین طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے معزز اور واجب التعظیم بھائی میر مجلس صاحب! اور میرے مخدوم بھائیو!!

مین اولاً آپ حضرات سے یہہ گذارش کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ آپ حضرات نے جلسہ منعقدہ ۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۱۰ھ مین مجکو یہہ عزت بخشی کہ مین ایک اسپیچ متعلق اغراض انجمن آپ ایسے بزرگونکے سامنے دون اور باوصف میرے معذرت کرنیکے آپ نے مجکو اُس اعزاز سے باز نہ رکھا - مین آپکی اس انتخاب کی نسبت کوئی ریمارک کرنا بے ادبی سمجھتا ہون لیکن اپنی کم علمی اور نالایقی کے اظہار کے سوا چارا ہی کیا ہے اور بجز اسکے کہ المامور معذور کچھ نہ کچھ عرض کرہی دون لہذا اظہار شکریہ کے بعد الامر فوق الادب کہکر مین کھڑا ہو گیا ہون تاہم مجھے شرم آتی ہے کہ مین ایک ایسے مضمون پر جسکی نسبت میری معلومات اور تجربہ محدود ہو کہان زبان کھولون -

ہمارے مکرم بھائی لایق اور فایق جناب مولوی محمد زمان خانصاحب نے گزشتہ جلسہ مین اتفاق پر ایک پر اثر اسپیچ دی تھی - اور یہہ جلسہ گزشتہ ہی کی بات ہے کہ آپ حضرات انکی دلچسپ اسپیچ کی سماعت سے محو ہوے تھے وہ نادر نادر جملے وہ پاکیزہ اور شستہ تقریر آپکی دلونپر اسوقت بھی اپنا وہی اثر پیدا کیے ہوے ہے جیسا کہ لایق اسپیکر کی زبان سے سنکر آپ محظوظ ہوے تھے اور بے اختیار آپکی زبانونسے صداے تحسین اور مرحبا اور جزاک اللہ بلند

ہوئی تھی بدینوجہ میری جرات نہین ہوتی تھی کہ مین کچھ عرض کرون لیکن سبب مجھے خوف نافرمانی یا عدول حکمی اسقدر غالب ہو رہا وصفیکہ مجھے یقین ہو کہ میری اسپیچ آپکی سمع خراشی اور عزیز وبیش قیمت وقت ضایع ہوگا) میرا یہ خیال اور سبب مجھے امید ہو کہ آپ حضرات بھی اس سے متفق ہونگے کہ اس قسم کی مضمون نگاری سے آپکی معزز انجمن کا یہ منشا ہو کہ بھائیونکو زمانہ موجودہ کی حالت دکھا کر صلاح اور فلاح پر مستعد اور متوجہ کیا جاوے پس بہتر یہ ہوگا کہ مین کسی ایسے مضمون کو شروع کرون بشرطیکہ وہ دستور العمل کے مخالف نہو تو اے میرے معزز بھائیو اگر آپ اجازت دین تو مین کچھ کہہ چلون گو اسکا مجکو اعتراف ہو کہ نہ مین ویسا دلچسپ مضمون آپکو سناؤنگا اور نہ میری لیاقت ایسی ہے کہ مین اسپیچ سابق الذکر کے مقابل ہر دلعزیز کوئی اسپیچ دیسکون۔ مین صرف تعمیل حکم کیلیے کھڑا ہوا ہون اور آپکی آنکھونپر میری نظر ہے کہ وہ بڑی عیب پوش ہین میری غلط نگاری پر آپ مطلق نہ خیال فرماینگے۔ ملکہان اگر کوئی بات اچھی محض اسوجہ سے کہ فیضان صحبت آپ ایسے بزرگونکا مجھے حاصل ہو میری زبان سے نکل آئیگی تو مین اُسے اپنی خوش نصیبی کا باعث سمجھونگا اور گر قبول افتد زہے عز و شرف کا فخر حاصل کرونگا۔

آپ صاحبون کو بخوبی یاد ہوگا اور یہ آپ کے دستور العمل مین لکھا ہوا ہے (ملاحظہ ہو ضمن ۵ دفعہ ۷) جو درحقیقت سنہرے حرفونسے لکھنے کے قابل ہو "ترویج تجارت اور صنعت پر عملاً راغب کرنا" مین اسوقت کچھ اسکی نسبت عرض کرنیکی اجازت چاہتا ہون اور مجھے امید ہے کہ گو آپکا وقت عزیز ضایع ہوگا مگر مین حدود دستور العمل سے متجاوز نہونگا اور جو کچھ عرض کرونگا اُسی حدود مین کہونگا۔

تجارت

۱- تجارت کیا چیز ہے اور ہندوستان علی الخصوص مسلمانوںمین اسکا کیا حال ہے
۲- کیا اسمین کسیکو کلام ہوسکتا ہے کہ یہ اعلی درجہ کا مفید کام نہین ہے - اگر اصول کے ساتھ کیا جاے -
۳- کیا اسکی نسبت یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ یہ شریف پیشہ نہین ہے -
۴- کیا ہمکو اسے اختیار نہ کرنا چاہیے -
۵- کیا اسے ترک کرکے ہم اور ہماری قوم اور ہمارا ملک محتاج اور مفلس نہین ہوگیا -
۶- کیا ہماری حکمران قوم نے اسی کی بدولت ترقی نہین کی -
عالیقدر حضرات آپنے سماعت فرمایا کہ یہ چھ سوال ہین - اب ہر ایک کا جواب ملاحظہ فرمائیے اور غور کیجیے -
تجارت ایک جنس سے دوسری جنس سے تبادلہ کا نام ہے - ہندوستانمین گو قدرتی ذرایع تجارت مین ترقی کرنیکے بے انتہا موجود ہین جنسے دوسرے ملک والے برابر فائدہ اُٹھا رہے ہین جو مین آگے چلکر عرض کرونگا - لیکن ہم لوگ اپنی بدقسمتی سے آنکھین بند کیے بیٹھے ہین -
ہندوستان کی تجارت کی مین دو قسمین قائم کرتا ہون -
اول تجارت ممالک غیر سے یا بیرونی تجارت -
دوسرے - ملکی تجارت -
بیرونی بحری تجارت - ہندوستانمین چند ہی بندرگاہ ہین جنکے ذریعہ سے بحری تجارت ہوتی ہے - اولاً - کلکتہ جہانسے نہ صرف جنوبی بنگال کے اسباب کی

روانگی ہوتی ہے - بلکہ قریب قریب تمام اُن شہرونکے جہانسے دریاے گنگ
اور بہہ پتر ہوکر بہتے ہین -
دوسرے بمبئی - جہانسے اضلاع مغربی گجرات - دکہن اور ممالک متوسط مین
سامان آتا جاتا ہے -
تیسرے کرانچی - یہانسے اُن مقامات کے اسباب کی آمد و رفت ہوتی ہے
جہانسے دریاے سندہ گزرتا ہے - مدراس اور رنگون بھی بہ لحاظ بحری
تجارت قابل لحاظ مقام ہین -
ان بندرگاہونمین اعلی درجہ کے صرف کلکتہ اور بمبئی دو ہی شہر ہین ان
ہر دو مقامات سے فیصدی چالیس حصہ سامان کی آمد و رفت ہے باقی بیس
فیصدی مین سے چہ حصہ مدراس سے - چار حصہ رنگون سے دو حصہ کرانچی
باقی آٹھ حصہ دوسرے چھوٹے چھوٹے بندرگاہونسے -
بیرونی تجارت - یہہ تجارت عموماً افغانستان - وسط ایشیا - نیپال - بھوٹان
برہما اور سیام وغیرہ سے ہوتی ہے ان سب مین برہما - نیپال اور افغانستان
قابل لحاظ مقامات ہین جہانسے سنہ ۱۸۸۲ء و ۱۸۸۳ء مین ستر لاکھ سے دو کرور
نوے لاکہ تک سامان کی آمد و رفت ہوئی -
دوسری ملکی تجارت - ڈاکٹر ہنٹر صاحب لکھتے ہین کہ ہندوستان کی عموماً
ملکی تجارت دیسی آدمیون کے ہاتھ مین ہے یوروپین تجار نے اپنا قدم
صرف گیہون - روئی - تلہن وغیرہ وغیرہ خرید کر کے روانہ کرنے مین رکھا ہے
باقی کل تجارت دیسیونکے ہاتھ مین ہے - مگر مین نے بڑے غور سے دیکھا
کہ ان دیسیونمین کہین مسلمانونکا بھی پتہ ہے - مجھے نہایت شرم اور افسوس کا
ان الفاظ کے عرض کرنے مین کہ ابتدا سے اخیر تک مسلمانون کا نام بھی نہین ہے -

اول جس دیسی قوم کو انھون نے لکھا ہے وہ قوم پارسی ہے وہ لکھتے ہین کہ اس قوم نے اپنی جرأت اور وسعت کار سے انگریزی کارخانون کی تقلید کی ہے اور سب اقوام سے اعلی درجہ کی ہندوستان مین تجارتی قوم ہے۔ احاطہ بمبئی کی اندرونی تجارت دو فرقون کے ہاتھ مین ہے اول گجراتی بنیئے۔ اور دوسرے راجپوتانہ کے مارواڑی۔ دکن کی تجارت کی باگ لنگایت لوگون کے ہاتھ مین ہے۔ میسور اور شمالی مدراس مین بھی یہی لنگایت پھیلے ہوئے ہین۔ لیکن شرقی کنارہ پر شٹی اور کومٹی بیوپار کرتے ہین۔ بنگال مین چند اعلی درجہ کے شودرا اور راجپوتانہ مارواڑی ممالک مغربی و شمالی کی تجارت بنیون کے ہاتھ مین ہے اور پنجاب کی تجارت پر کھتری قابض ہین۔ الغرض تمامی ہندوستان مین شمال سے جنوب تک مشرق سے مغرب تک سب ہندو ہی ہندو تجار ہین۔ اور مسلمان میان صاحب یا خانصاحب یا شیخ صاحب یا میر صاحب کی فہرست مین تو ہین لیکن تجارت کی فرد مین انکا نام مدندارد مین ہے۔

یہی خاص وجہ ہے کہ روز بروز مسلمانون کی حالت ابتر ہوتی جاتی ہے۔ اور غضب کی تو یہ ہے کہ اب بھی آنکھ نہین کھولتے۔ ذرا بھی تجارت کیطرف متوجہ نہین ہوتے اور کیونکر ہون۔ بقول شخصے غلامی کرنا اور ذلیل حالت مین پڑے رہنا آجکل گویا انکی گھٹی مین پڑا ہے۔ ماں باپ کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی ہے کہ میان صاحبزادے ذرا شد بد پڑھ لین کچھ گود گا د کرنے کے قابل ہو جائین ترت نوکری کر لین۔

نوکری اور غلامی مین بہت ہی کم فرق ہے کیا بدنصیبی ہے کہ ایک پیشہ کو جو ہم پلہ شاہنشاہی کے ہے غلامی سے کم سمجھتے ہین۔ میرے نزدیک وہ شخص جو ایک چھوٹے سے بکس مین دو تین روپے کا مال لیکر دن بھر گلی گلی پھرتا ہے

اور رات کو آرام سے اپنے بال بچون مین ایک ٹکڑا سوکھی روٹی کا کھا کے سوتا ہی اُس شخص سے ہزار بلکہ لاکھ درجہ کہین بہتر حالت مین ہی جو دس بیس روپیہ کا نوکر ہوتا ہی۔ اس بیچارہ کو ہر وقت اپنے حاکم یا آقا کا ڈر لگا رہتا ہے۔ انگریزی دفاتر مین ڈل۔ ڈیم۔ فول لیزی سُننا پڑتا ہی متعلقی محکمون مین خوشامد کرتے کرتے زبان خشک ہوتی ہی پھر بھی حکام کے دماغ کا پتہ نہین لگتا جو وقت گزرتا ہی وہی غنیمت شمار کرنا چاہیے۔

ہزار بھی خواہی نمکحلالی خوش آمد نیک نیتی کرے پھر بھی ایک نہ ایک روز گردن مین ہاتھ دیکر نکالے جانے کا خوف لگا رہتا ہی خصوصاً امرا اور رؤسا کے یہانکی ملازمت جہان سازشون کی بھرمار رہتی ہے اعلی درجہ کی دیانت دار اور اول درجہ کے خائن اور بدا طوار ایک سانچہ مین ڈھالے جاتے ہین۔ ملازمت مثل ایک کاغذکی ناؤ کے ہی ذرا بیندا بھیگا اور پانی مین۔ اپنے ہم وطن پیشہ ورونکو دیکھیے کہ وہ اپنی اولاد کو ابتدا ہی سے تجارت کیطرف متوجہ کرتے ہین مثلاً ایک صراف اپنے لڑکے کو دو تین پیسے کی کوڑیان دیکر کسی سڑک کے کونے پر بٹھا دیتا ہے وہ لڑکا دن بھر کوڑیان بیچا کرتا ہے شام تک دس بارہ کوڑیان بنا ہی لیتا ہے کوڑیوں سے پیسون پر نوبت پہنچتی ہی پیسون سے روپیون پر یہانتک کہ وہ اچھا خاصہ مہاجن ہو جاتا ہے۔

برخلاف اسکے عموماً مسلمان بھائی ادنی سے ادنی نوکری فخریہ منظور کرتے ہین اور عمدہ سے عمدہ پیشہ کو ترک کرتے ہین۔ یہ کیا عقل پر پتھر پڑے ہین۔ یہ کیا شامت کی مار ہی۔ کیسی غفلت ہی جس سے ہوشیار ہی نہین ہوتے۔ دو ایک ٹوٹے مارے دلسوز مسلمان بیچارے اِدھر اُدھر سر پٹختے پھرتے ہین لیکن ہم کمبختون کے کانون پر جون تک نہین رینگتی۔ بجاے اسکے کہ انکی نصیحتونکے پابند ہون اُن پر انواع و اقسام کے اتہامات قائم کرنے مین دلیری کرتے ہین۔ کوئی تو ان بہی خواہان قوم کو خود غرض مکار اور مفسد کہتا ہے کوئی مخرب دین و ایمان کا خطاب عنایت کرتا ہے کوئی مفتی

کفر کا فتویٰ دیتا ہے۔ غرضکہ اُن مصلحان قوم کی کوئی نہین سنتا ہی اور اپنی بربادی پر حسب نہایت
کمر باندھ کر ایک طرح چلا جاتا ہے۔

اب دوسرے سوال کا جواب ملاحظہ فرمایئے وہ یہ کہ تجارت مفید اور پر منفعت کام ہی
اور غالباً اس بدیہی بات مین کسی کو اختلاف نہوگا اور نہ ہونا چاہئیے۔ ہمارے روزمرہ کے
تجربون سے ثابت اور ہزارون مثالین ہماری نظرون کے سامنے موجود ہین۔
اسی بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد مین ایسے اعلیٰ درجہ کے تاجر موجود ہین جنھون نے
کہ تجارت بہت ہی کم سرمایہ سے شروع کی اور ابتدائی حالت بہت ہی نازک تھی
انکو اسقدر مقدرت بھی نہ تھی جیسا کہ اب انکی دُکان کے ایک ادنیٰ کٹر (کپڑا قطع
کرنیوالا) کی ہی۔ مگر چونکہ وہ تجارت کے اصول سے واقف اور اُسکے فوائد سے ماہر
تھے استقلال سے کام کرتے رہے یہانتک کہ اس اعلیٰ درجہ کو پہنچے۔ ایسے اشخاص
بھی ہزارون موجود ہین جنھون نے لاکھون روپیہ کے سرمایہ سے تجارت شروع کی
اور چند روز مین سب تباہ کر کے ٹاٹ اُلٹ دیا۔ اور ادنیٰ ادنیٰ سی نوکری کرنی
پڑی۔ یا غریب سید اشراف مصیبت زدہ بنکر دربدر بھیک مانگنا شروع کیا۔ یہ
حضرات اصول تجارت سے بالکل ناواقف دریاے حماقت مین ڈوبے ہوے تھے
سواے میان شیخ چلی کے منصوبہ ٹھیرانے کے اور کچھ بھی نہین جانتے تھے۔ لوگون سے
یہہ سُن لیا تھا کہ صاحب سوداگری مین ایک کے دس نہین چار تو ضرور ہی ہوتے ہین
بس یہ نقش کالحجر ہوگیا۔ اس حساب سے اُنھون نے اگر ایک لاکھ کا مال خریدا
تو اُسکو چار لاکھ کا خیال کرنے لگے اور اگر اپنے اوپر کچھ رحم کیا تاہم یہہ خیال تو
ضرور تھا کہ دو تین لاکھ تو کہین نہین گئے۔
اب بلا تامل تھیٹر ہے اور آپ ہین گھوڑ دوڑ مین بازی لگائی جا رہی ہی۔ انٹامین کے
صدقے ہو رہے ہین۔ غرضکہ بغیر انجام کے سوچے سمجھے عیش و عشرت مین پڑگئے

دوکان منیب وغیرہ کے حوالہ ہے جو کچھ بکری ہوتی ہے رقم روزانہ منیب جی سوداگر صاحب کی خدمتمین بھیجدیتے ہین یہہ حضرت بلا تامل اٹھاتے ہین غرض چندہی روز مین دوکان مدار دسامان تشریف لے گیا تو کیا ان لوگون کے تباہ ہوجانیسے تجارت پہ نقص لگایا جاسکتا ہی۔ یہہ لوگ بوجہ تجارت تباہ نہین ہوتے بلکہ دیدہ و دانستہ اپنے ہاتھ اپنے پاؤنمین کلہاڑی مارکر تجارت کے نام پر بھی دھبہ لگایا۔

ایسے موقع پر مین مناسب خیال کرتا ہون کہ آپ حضرات کے خدمتمین ان متعدد یورپین قومونکا کچھ مختصر حال عرض کرون جنھون نے ہندوستانی تجارت شروع کی اور اعلی نتائج کو پہنچین۔

اول اول ہندوستان مین جس یورپین قوم کا قدم مبارک آیا وہ پرتگیز تھی اس زمانہ مین خاندان لودی تخت نشین دہلی تھے۔ قریب ایکسو برس کے ہندوستانکی تجارت ان ہی لوگون کے ہاتھ مین رہی۔ مگر چونکہ ہر غیر مذہب والے کو یہہ اپنا اور دین عیسوی کا دشمن جانی سمجھتے تھے یہہ لوگ اپنی طاقت سے باہر کام انجام دینا چاہتے تھے وہ یہہ کہ کل ہندوستان پر قبضہ کرلین اور سب کو عیسائی بنالین جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ تجارت تباہ ہوگئی ہندوستان پر قابض ہونیکی امیدین ہمیشہ کیواسطے خاک مین ملگئین اور صرف دو ایک ٹوٹے مارے مقامات مثل گوا* اور ڈیو* انکے قبضہ مین آگئے۔

ڈچ۔ انکا کاروبار سنہ ۱۶۰۲ء سے شروع ہوا۔ پچاس ہی برس کے اندر انکے کارخانے ہندوستان سراندیپ۔ سماترا وغیرہ وغیرہ مین قائم ہوگئے۔ بعد اسکے زوال کا زمانہ آیا۔ انکا ادبار انکی کم حوصلگی سے ہوا۔ ہندوستان کی تجارت یہہ اپنے ہی

*جزیرہ نما کاٹھیاوار مین گوا شرقی ساحل پر ہے۔

محدود رکھنا چاہتے تھے اور یہ بسبب کم سرمایگی یہہ ناممکن تھا

فرانسیسی - گو یہہ لوگ شجاع اور مدبر تھے لیکن فرانس سے برابر مدد نہ ملی آخر کو کندھا ڈالدیا -

جرمنی - گو یہہ لوگ ہندوستان مین سترھوین صدی کے اندر زیادہ ترقی نہ کرسکے کسی شہر پر قبضہ نہین کیا - لیکن اس زمانہ مین بہت سا مال کلکتہ اور بمبی سے جرمنی کارخانون مین آتا جاتا رہتا ہے - جرمنی کے کارخانون کے گماشتونکی صورتین اُن اضلاع مین برابر نظر آتی ہین جہان چانول - روئی اور سن کی پیداوار بکثرت ہوتی ہے -

اب حضرت انگلستان کی باری آئی انھون نے اُس جگہہ پر جہان کہ دوسری یورپین قومون نے بنیاد کا پتھر رکھنا شروع کیا تھا ایک عالیشان عمارت بنالی رفتہ رفتہ تمام ہندوستان پر اپنا سکہ جما دیا کچھ تو انکی خوش قسمتی کہنا چاہئیے اور کچھ انھون نے اپنی چار صفتونسے ترقی کی -

اول - صبر و استقلال - یعنی یہہ کہ بخوبی اپنی قوت پر بھروسہ نہوا کسی مقام پر قبضہ کرنیکا ارادہ ہی نہین کیا - صرف ایسے مقام پر ہاتھہ ڈالا جسکو اپنے نزدیک حلوا سے بے دودھہ سمجھے بغیر ڈکار لیے ہضم کرگئے -

دوسرے - جب ایک جگہہ قدم جما دیا پھر مرکر بھی نہ اٹھایا -

تیسرے - تمام ملازمان کمپنی ایک دوسرے پر پورا پورا بھروسہ کرتے تھے اور ہندوستان مین یہہ عالم تھا کہ حضرت نفاق گھر گھر اپنا کام کرچکے تھے -

چوتھے - انگلستان سے برابر انکی قوم مدد دینے کو ہر وقت موجود تھی - بر خلاف ہماری قوم اور ہمارے ملک کے اگر ایک شخص اسوقت کسی مصیبت مین گرفتار ہوتا ہے تو دوسرے دیکھکر ہنستے ہین اور بڑی خوشیان مناتے اور نذرین چڑھاتے ہین

اگر کوئی شخص اپنی خوشی مین آکر بہبود کی صلاح بتاتا ہی تو اُسکو پاگل- خود غرض کہتے ہین
کوئی شخص یا دو چار ملکر اگر ایک مجلس اپنی نازک حالت کے سنبھالنے کی غرض سے
قائم کرتے ہین تو دو ہی ایک جلسون کے بعد خالی چیر ہین صاحب (میر مجلس)
اور کرسی ہی کرسی اُس مجلس مین رہجاتی ہی باقی شتر کا ندارد- اگر کوئی مسلمان
میاں صاحب کوئی کارخانہ کھولتے ہین تو اُنکی ہم قوم بھولکر کبھی مدد نہین دیتے ہین
اگر مال اُس کارخانہ مین ارزان بھی ملتا ہے تاہم اُسکو دوسری قوم کے مال کے
مقابل گو وہ اُس سے کہین گران ملے کبھی ترجیح نہین دیتے افسوس! صد افسوس!!

اب مین تیسرے مسئلہ کی نسبت کچھ عرض کرتا ہون وہ یہہ کہ تجارت ایک شریف بلکہ
سب پیشون سے اشرف پیشہ ہے- اسکی شرافت کے ثبوت لاتعد و لاتحصی ہین- ہمارے
حضرت سرور کائنات باعث فخر زمین و زمان خاتم المرسلین والانبیا
محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کے آبا و اجداد اور کل قریش
تجارت کرتے تھے اور آنحضرت نے اگر دنیوی کوئی کام فرمایا ہے تو وہ یہی تجارت ہے
اور نیز آپکا ارشاد مبارک یہی ہے کہ تجارت کرو- اور مکرر احکام اس بارہ خاص
مین صادر فرمائے ہین- اکل حلال اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہی- پس مین
سمجھتا ہون اور جملہ مسلمانون کو بھی سمجھنا چاہیے کہ ہادی اسلام اور پیغمبر اسلام نے
جس پیشہ کو اپنی ذات اقدس کیلیے پسند فرمایا وہی شریف تر ہے اور ہمارے لیے
اسکا کرنا سنت موکدہ ہے-

پیارے بھائیو! ابتو آپکو اس شریف پیشہ کی نسبت کچھ بھی شبہ نہوگا اور
اسی لیے چوتھے سوال کا جواب یہہ نکلتا ہی کہ ہمکو اس پیشہ کا کرنا لازم ہے اور
بغیر اسکے ہماری ترقی اور ہماری محتاجی رفع نہین ہوسکتی-

آجکل اپنے ہم وطن بھائیون مین سے قوم پارسی کو ملاحظہ فرمائیے کہ ایک زمانہ وہ

تھا کہ یہہ بیچارے کس طرح کی تکلیفین اٹھا کر فارس سے شہر بدر کیے گئے اور ہندوستان
آکر بود و باش اختیار کی (واضح رہے کہ یہہ مثل مسلمانون کے فاتح ہندوستان
کسی زمانہ مین نہین ہوے ہے) اس وطن آوارہ قوم نے کوئی جدال و قتال مین
حصہ نہین لیا۔ صرف تجارت سے کیا نام پیدا کیا ہے۔ ہندوستان مین کوئی بھی
قوم انکی ہم پلہ نہین ہے پھر مسلمان بیچارے کس شمار مین ہین۔
اسی پارسی قوم کو سنہ ۱۸۹۲ع مین جو فخر حاصل ہوا وہ کیا ہے وہ یہہ ہے کہ اسی
قوم کے ایک معزز ممبر آنریبل دادابھائی نوروزجی صاحب ممبر پارلیمنٹ ہوے
یہہ پہلے ہی ہندوستانی شخص ہین جنھون نے پارلیمنٹ مین ممبری کا اعزاز
حاصل کیا۔
پانچوین سوال کا جواب یہہ ہے کہ ترک تجارت سے مسلمانونکو مفلسی نے گھیر لیا
اکثر روپیہ دوسرونکے ہاتھہ مین گیا۔ جو نفع وہ اُٹھاتے تھے وہ دوسرونکو دیدیا
یہی مسلمانونکی غفلت لاپروائی سستی۔ بربادی ملک کا باعث ہوئی سلطنت
گئی غلامی پر نوبت پہنچی کیا غضب ہے کہ کسیکو جو تا بیچتے دیکھا اُسے جوتے والا کہنے
لگے۔ غرضکہ کسیکو کبابی اور کسیکو نانبائی بنا دیا۔ یہہ باتین صرف زبانی نہین
ہوتین اور نہ فقط اُسی شخص کی ذات پر اثر کرتی ہین جو یہہ پیشہ کرتا ہے بلکہ تمام
خاندان پر عام لوگ اسکا اثر ڈالتے ہین۔ یہانتک کہ اُس بیچارے آدمی کے
خاندان مین شادی کرتے وقت یہہ مسئلہ پیش کیے جاتے ہین۔ ان باتون نے
شرفا سے ایسے شریف پیشہ کو چھڑا یا جسکا یہہ نتیجہ ہوا کہ وہ بیچارے حالت
ذلت کو پہنچے اور پہنچتے جاتے ہین سوا ے نوکری یا غلامی کرنے اور بھیک
مانگنے کے انکو کوئی چارہ نہین اور دوسرے لوگ جو ان پیشونکو کرنے لگے
وہ انکی برکتون سے مالامال ہوے اور ہوتے جاتے ہین۔ ملاحظہ فرمایئے

کہ روئی۔ گیہون۔ تل۔ چمڑا وغیرہ کسقدر ارزان نرخ سے ممالک غیر کے باشندے ہندوستان سے لیجاتے ہین اور اُسیکی کسقدر قیمت پھر یہانسے لیتے ہین۔ ہندوستان کی روئی اوسط فی روپیہ ۳ سیر فروخت ہوتی ہے جو یورپ مین سوداگر خرید کرکے باہر روانہ کرتے ہین سنہ ۱۸۸۲ء و ۱۸۸۳ء مین ۲۸ کرور ۳۲ لاکھ کی روئی ہندوستان نے یورپ روانہ ہوتی اُسکے عوض مین آپ نے اُسی روئی کے بُنے ہوے تھان اور سوت یورپ سے پھر خرید کیا۔ سنین مذکورہ بالا مین ۳۰ کرور ۱۰ لاکھ کا صرف سوتی کپڑا آپنے خریدا جو یورپ مین سے ایک مملکت یعنے انگلستان سے آیا۔

آپ خود اندازہ کرسکتے ہین کہ ایک باریک تنزیب کا تھان وزن مین کسقدر ہوتا ہے اور آپ اُسکی کیا قیمت دیتے ہین۔ اسی موقع پر مین آپ حضرات کی خدمت مین یہہ عرض کرنا چاہتا ہون کہ یورپ مین سوتی کپڑا کب سے بننا شروع ہوا سنہ ۱۶۴۱ء تک جسقدر سوتی کپڑے کی یورپ مین ضرورت ہوتی تھی وہ ہندوستان ہی سے جاتا تھا۔ سنہ ۱۶۷۶ء مین سوتی کپڑے کی ابتدا یورپ مین ہوئی۔ انگلستان مین کئی سال تک یہہ حکم جاری رہا کہ ہندوستان یا دیگر ممالک کا آیا ہوا سوتی کپڑا کوئی نہ پہنے کیونکہ وہ بہ نسبت انگلینڈ کے بنے ہوے کپڑے کے ارزان ملتا تھا اور یہہ حکم گورنمنٹ کیطرف سے تھا۔ واے برحال ہم لوگون کے اگر دیسی کپڑا عمدہ اور ارزان بھی ملتا ہے تب بھی اُسکو پسند نہین کرتے فرانس اور جرمنی کی بنی ہوئی اطلس دس بارہ روپیہ گز خریدی جاتی ہے۔ جسکی چمک دمک خدا کی عنایت سے میان درزی صاحب کی دوکان ہی تک رہتی ہے۔ اورنگ آباد۔ اور بنارس کے ہمرو کو کوئی نہین پوچھتا جو بلا مبالغہ بیس بیس شوب اُٹھاتے ہین۔

اب گیہون کو ملاحظہ فرمایئے کہ ہندوستان مین اوسط ۱۶ اسیر فی روپیہ فروخت ہوتا ہے۔
یہہ ہندوستان سے ولایت گیا وہانکے دانشمند تاجرون نے ایکروپیہ کی چیز کو عہ
بلکہ ۱۰ عہ کا اُسے کردیا آپ فرماوینگے کہ یہہ کیا بات ہی کہ ایکروپیہ کی چیز دس یا پندرہ کی
ہوگی اور ہوئی تو کیونکر ہوئی۔ لیکن مین اسے ثابت کرتا ہون کہ وہ تجار دربحقیقت
ایک روپیہ کی چیز سے ۱۵ عہ حاصل کرتے ہین اور یہہ کہ زیادہ ہی سے ہی وہ وصول
کرتے ہین۔ آپنے بڑی بڑی دکانون پر مربع و مستطیل ٹین کے ڈبے جسپر چھپے ہوے
کاغذ ہوتے ہین اور کسی پر یہہ لکھا ہوا ہوتا ہے البرٹ بسکٹ اور کسی پر مکسڈ۔
واضح رہے یہہ اقسام بسکٹ نہایت ارزان ہین انسے دیگر اقسام زیادہ گران ہوتے
ہین۔ موجودہ حضرات مین اکثر وہ ہین جنھون نے اُن ڈبونکو خریدا ہے اور وہ بسکٹ
بھی کھاے ہین اور کبھی اسکا اندازہ بھی کیا ہوگا کہ کل بسکٹون کا وزن کسقدر ہے اگر
کسی کو شبہہ ہو تو سیدھا سکندرآباد حاجی عبد اللہ یا حاجی آدم کی دوکان پر چلا جا
اور تجربہ اور تصدیق کی غرض سے دو چار نہین ایک ڈبہ خرید لاے اور بسکٹون کا
وزن کرلے آدھ سیر تین پاؤ سے زیادہ نہین نکلینگے اور اُسکی قیمت ۱۲ اور ۸ع
ہوگی۔ اسقدر اور بھی عرض کیے دیتا ہون کہ وزن اور قیمت مذکورہ بالا سے کم کے
بھی ڈبہ فروخت ہوتے ہین جبکہ آدھ سیر یا تین پاؤ کا ڈبہ ۱۲ یا ۸ع کو بکتا ہے اور
پاؤ بھر یا آدھ سیر کا ایکروپیہ یا ۱۲ کو تو اب اُسکو ۱۶ اسیر پر تقسیم فرمایئے کہ کی ڈبے ہوے
سرسری حساب لگایئے کہ ۱۶ اسیر گیہون مین سے ایک سیر بھوسہ وغیرہ نکالکر ۱۵ اسیر قایم فرما
اور ۱۵ اسیر کے آدھ سیر یا تین پاؤ کے حساب سے ڈبے بھرنا شروع کیجیے تو
۳۰ یا ۲۰ ڈبے ہوے اور فی ڈبہ ۸ع قیمت لگانے سے سہ یا للعہ ہوا اور
۱۲ لگانیسے ۱۰ عہ یا ۱۵ عہ روپیہ ہوے۔ اب باربرداری اور دیگر اخراجات کیواسطے
اُس رقم کا ۱/۴ نکال ڈالیے۔

کیون معزز سامعین اس حساب کے بعد بھی کچھ شبہ ہے کہ ایک روپیہ کے ۵ یا ۶
نہین ہوے؟ ہوے اور ضرور ہوے ہین اب یہہ ثابت کرونگا کہ وہ ہم ہی سے
لیے گئے۔ بسکٹ تو ولایت مین بنے اور ہندوستان مین آکر فروخت ہوے
بمبئی۔ کلکتہ اور مدراس حیدرآباد غرضکہ ہر شہر و دیار مین جہان آپ دیکھینگے ہی
ڈبے ہزارہا پائینگے۔ اسکی فروخت انھین ممالک مین ہوتی۔ اسکی خریدار ہم اور
آپ اور ہمارے دوسرے بھائی بخوشی اسکو خرید کرتے ہین اور کمتر گھر ایسے
ہونگے جہان ہر روز صبح کو چاہ کے ساتھ ان بسکٹونکی صورت مبارک نہ دکھائی
دیتی ہو بعض مواقعات پر ایٹ ہوم (دعوت ملاقاتی) اور لنچ (سہ پہر کا ناشتہ) کی
میز و نیز بھی ان ہی بسکٹون کے مزے لیے جاتے ہین اور روزانہ ہمارے
بچونکے لیے یہہ لطیف غذا ہی جسوقت وہ صبح کو اٹھتے ہین اسوقت سہل نسخہ یہی ہے
کہ انکے بہلانے کیلیے دو چار بسکٹ انکے ہاتھونمین دیدیے جاتے ہین یہانتک کہ
شیر خوار بچونکو بھی یہہ دیے جاتے ہین کثرت خرچ کے لحاظ سے یہہ کہنا مبالغہ نہ
ہوگا کہ لاکھون روپیے کے بسکٹ ولایت کے ہندوستان مین فروخت ہوتے ہین۔ اور ہندوستانی
ہی اسکے زیادہ خریدار ہوتے ہین۔ پھر آپ ہی فرمائین کہ ہم سے ایک روپیہ کے ۵ روپیہ انگلستان نے
وصول کیے یا نہین کیے اسکا جواب اثبات ہی مین ہوگا۔

علی ہذا چمڑے کا بھی یہی حال ہے کہ ممالک غیر کے باشندے نہایت ارزان نرخ پر
ہندوستان سے چمڑہ خرید کرتے ہین اور اپنی کاریگری سے اسے رنگ کر
اور وارنش کر کے ہمارے ہی ہاتھ چہار چند سے زائد پر فروخت کرتے ہین
ایک بکری کی کھال جسکو ہمارے قصائیون نے ایک روپیہ یا ڈیڑہ روپیہ کو وہ
خریدتے ہین اور اس سے کم قیمت پر بھی ایک کھال مین کم سے کم تین جوڑے
بوٹ کے بناتے ہین اور فی بوٹ مختلف قیمت سے ہمارے ہاتھ بیچتے ہین کم

کم انکم وارنش کیا ہوا بوٹ پانچ روپیہ کی قیمت کا ہوتا ہی
گو ابھی بہت سی چیزین ایسی رہ گئی ہین جو ہندوستان سے جاکر ولایت والونکو
اُسیقدر نفع پہنچاتی ہین جیساکہ گیہونسے وہ حاصل کرتے ہین لیکن بنظر طوالت
اُنھین عرض کرنا مناسب نہین جانتا ہون اور پانچوین سوال کا جواب
ختم کرتا ہون معزز سامعین کے غور کیلیے مشتی نمونہ از خروارے کافی ہی
اب چھٹے سوال کے جواب کو مختصراً عرض کرتا ہون اور اُسکے بعد یہہ
عرض کرونگا کہ اگر ہم تجارت اختیار کرین تو اُسکا کونسا طریقہ مستحسن ہوگا - آیا
قدیم رواج فرداً فرداً تجارت کرنیکا یا بحیثیت اجماعی -
چھٹا سوال یہہ ہے کہ ہماری حکمران قوم نے اس تجارت کی بدولت ترقی کی یا نہین
اسکے ثبوت کیلیے مجھے زیادہ عرض کرنیکی ضرورت نہوگی کیونکہ آپ حضرات
مین سے غالباً سب ہی اس امر سے واقف ہین کہ اولاً یہہ قوم ہندوستان مین بحیثیت
تاجرانہ آئی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے مشہور رہی اس کمپنی کی بنا
۳۱ دسمبر سنہ ۱۶۰۰ع کو قائم ہوئی - اسمین ایکسو پچیس شرکا تھے اور صرف نو لاکھ
اسی ہزار کا سرمایہ تھا پہلے ڈیڑھ دو صدی تک اسکی حالت بہت ہی نازک
رہی یہانتک کہ بعض اوقات بالکل نقصانات اُٹھانا پڑے - چنانچہ سنہ ۱۶۸۶ع مین
نواب بنگال سے عداوت ہوگئی - بعد کچھ لڑائی کے اورنگ زیب ارم نشین کو
جو غصہ آیا تو انھونے قریب قریب تمام ہندوستانسے انگریزی کارخانجات
برباد کروادیے لیکن اس جری قوم نے استقلال سے برابر کام لیا اور جو
سوانحات تجارت پیش آتے اُنکے روکنے مین سینہ سپر ہوجاتے اور اپنی
کوشش اور اتفاق سے نشان تجارت اور حکومت کے پھریرے اڑاتے
تھے - آخرکار اسی تجارتی کمپنی کی کوششونکے نتائج تھے کہ سنہ ۱۸۵۷ع سے

سارے ہند میں اپنے بادشاہ کی مستقل حکومت قائم کردی - ایک وہ زمانہ تھا کہ سنہ ۱۸۳۹ء
میں کل ۴ کرور کا مال ہندوستان میں آتا تھا اور ڈائرکٹران کمپنی کا خیال تھا کہ اس سے
زیادہ مال ہندوستان میں کمپنی نہیں فروخت کر سکتی جو خط رائٹ آنریبل ڈنڈاس صاحب
کو لکھا گیا اسکا مضمون یہہ ہے "وہ اشیا جنکی ہندوستانکو ضرورت ہے وہ اُسی
ملک میں عمدہ اور کم قیمت دستیاب ہوتی ہیں - ہمارے بنائے ہوئے کپڑے
اور برتن بقدر ضرورت ہندوستانی خرید کرتے ہیں جسکی مقدار بہت ہی کم ہے"
یا وہ زمانہ تھا اور اب ملاحظہ فرمایئے کہ صرف ایک احاطہ بمبئی میں ۱۱ کرور سے
زیادہ کا سوتی کپڑا آتا ہے -

قدیم سے ہمارا طریقہ تجارت یہہ رہا ہے کہ شخصی تجارت کرتے آئے ہیں اور
ملک التجار بھی کہلاتے - اور بڑی بڑی ترقیاں کیں مگر یہہ سب ترقی صرف
ایک ہی ذات کی محنت کا نتیجہ ہوتی تھی - اگر کسی اتفاقی وجہ سے اُس ذات کو
صدمہ پہنچ جاتا تھا تو وہ ملک التجار ہی کیوں نہو تمام اُسکا کارخانہ نیست و نابود
ہوجاتا تھا اگر اتفاق سے اُسکا بیٹا لایق اور جفاکش ہوا تو اُسنے
کچھہ اُسپر توجہ کی ورنہ وہ دوسری جانب متوجہ رہا اور کارخانہ تجارت تباہ
و برباد ہوا - یہہ نتیجہ شخصی تجارت کا تھا اگر بحیثیت مجموعی کوئی کارخانہ اجرا ہوتا
تو اُسکی ایسی خراب حالت نہوتی جیسے کہ ایک ملک التجار کی ہوتی - عرب اور عجم
روم - اور شام - کابل اور قندھار - حلب - تتار - چین و ماچین ہر جگہ ہماری
تجارت تھی مگر وہی شخصی اور اسیوجہ سے اب اسکا نام و نشان نہ رہا -
اہل یورپ ہی اسکے بانی اور یہہ فخر اُن ہی کے حصہ کا تھا اُنکی ایجاد کمپنی ہے
یہہ کمپنی تمام دنیا میں تجارت کر رہی ہے اسکا ایجاد جبسے ہوا اس زمانہ سے
یوماً فیوماً تجارت کو ترقی ہوتی گئی اور ہوتی رہیگی ایسے طریق سے تجارت

کہ ہمین جسقدر فوائد ہین وہ محتاج ثبوت نہین ہین متعدد آدمیونکی شرکت اور سرمایہ سے جو کام شروع کیا جائیگا وہ ظاہر ہے کہ بہ نسبت ایک شخص کے کام کرنے اور اُسکے سرمایہ سے زیادہ اور بہتر ہوگا اور یہہ کہ اگر خدانخواستہ کسی اتفاقی وجہ سے ایسے مشترکہ کارخانہ کو کوئی نقصان بھی پہنچیگا تو وہ ایسا ہوگا جیساکہ شخصی تجارت مین ہو سکتا اور جسکا صدمہ ہمارا مالک التجار اُٹھاتا تا۔ نہ ایسا سرمایہ تباہ اور برباد ہوگا جیساکہ مالک التجار کا ہوتا آیا ہے۔ تو اے میرے معزز بھائیو! آپکے دستور العمل مین وہ مبارک نشانی موجود ہے جسکو کمپنی یا مشترکہ حالت کہنا چاہیے۔ اللہ آپکے کامونمین برکت عطا فرماوے۔ آمین بحق رب العالمین۔ آپ دلی اتفاق سے اسے جاری کرین اور جو کچھ کام آپنے تھوڑے سرمایہ سے شروع کیا ہے اور جسکو ہماری ناتجربہ کاری اور یہہ کہ پہلے پہل کام کرنیسے جیساکہ ہوتا ہے کچھ خفیف نقصان پہنچا ہے اُسکو بند نہ کردینا چاہیے۔ بلکہ ہمت اور اتفاق سے کچھ تازہ کرنا چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ انجام اسکا نیک ہوگا اور یہہ کہ رفتہ رفتہ ترقی بھی ہوگی۔ مین نہایت خوشی سے اس امر کا اظہار بھی کرتا ہون کہ مین دس حصونکا خریدار ہون۔ گو میرا خیال ہے کہ ہماری ہمارے ملک کی پوری ترقی محض تجارت سے جیساکہ چاہیے اُسوقت تک نہین ہو سکتی جبتک کہ ہم صنعت پر متوجہ ہون۔ دیکھیے ممالک یورپ کی دن بہ دن ترقی کا ذریعہ یہی صنعت و تجارت ہے وہ اسکی وجہ سے ہمکو لوٹ رہے ہین اور ہم روز بروز محتاج اور مفلس ہوتے جاتے ہین۔ ادنی ادنی سی چیزونمین ہندوستان سے کرورہا روپیہ چلا جاتا ہے۔ ایک دیا سلائی کو دیکھیے کہ جسکی فروخت مین قریب ۱۴ لاکھ روپیہ سالانہ ہندوستان سے باہر جاتا ہے۔ یا ایک ادنی سی چیز سوئی دھاگا لیجیے جسکی عموماً ہر شخص کے یہان ضرورت ہوتی ہے

ہندوستان کی آبادی ۷۹۸۸۸۸۱۰۲ حسب مردم شماری سنہ ۱۸۸۱ء ہے اُن مین
ایک ثلث لنگالڈا ایسے جنکو ضرورت نہین ہوتی ہے - باقی دو ثلث رہے اب
ان دو ثلث مین فرض کیجیے کہ ہر شخص صرف دو آنہ سال مین سوتی اور دھاگے
مین صرف کرتا ہے تو ایک کرور اڑسٹھ لاکھ روپیہ سے زائد ہوا - اور اسیطرح
بڑی بڑی اشیاء کا حساب آپ خود لگا سکتے ہین کہ اُنکی بکری ہندوستان مین کسقدر
ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے کسقدر روپیہ ہندوستان سے ولایت کو جاتا ہے -
تاوقتیکہ ہم لوگ صناعی کو رواج و یکر تجارت نہ کرین ہرگز اس مصیبت سے
نجات نہین حاصل کر سکتے - دیکھیے ولایت کی صناعی سے ہمارے ملک کی
صناعی بالکل بیکار ہوگئی اور ہوتی جاتی ہے - ہمارے صناع محتاج اور مفلس
ہوتے جاتے ہین - کونسی ایسی چیز ہے جو ہمارے یہان نہین بنتی تھی اور
اُسکا فائدہ ہمکو نہین ملتا تھا - ابھی آپ نے اُس نمائشگاہ کو ملاحظہ فرمایا ہے
جسمین اورنگ آباد کے ہمرو کیسے عمدہ اور نفیس آپکی نظر سے گزرے ہین
اور نقرئی ظروف بھی وہین کے بنے ہوے آپنے دیکھے کہ کیسے نازک اور خوشنما
تھے - باوجود ایسی صفائی اور پاکیزگی اور خوبصورتی کے کسقدر کم ان اشیاء کی
فروخت ہوتی ہے جسکی خاص وجہ یہہ ہے چونکہ یہہ اشیا ہاتھ سے بنائے جاتے
ہین جسمین وقت زیادہ صرف ہوتا ہے - اور محنت بھی زیادہ پڑتی ہے اسوجہ سے
کسیقدر گران قیمت معلوم ہوتے ہین - ایک ہمرو کے تھان کے بنانے مین کم از کم
ایک آدمی کو ایک ماہ صرف ہوتا ہے اور وہ للعہ - لعہ یا لعہ روپیہ کو
فروخت ہوتا ہے - اب آپ اُس بیچارے بنانیوالے کے اصل خرچ کو ملاحظہ

یہہ نمائشگاہ بمقام ملک پیٹھ زیر اہتمام مولوی محمد حسین صاحب ڈائرکٹر صنعت و زراعت
دسمبر ۱۸۹۲ء مین اسی حیدرآباد مین ہوئی تھی -

فرمایئے کہ [illegible] روپیہ کا تو ریشم صرف ہوجاتا ہی دو چار روپیے رنگ وغیرہ مین صرف ہوتے ہین غرضکہ [illegible] یا [illegible] روپیہ تو غریب کے صرف ہی ہوجاتے ہین اب باقی [illegible] یا [illegible] رہے۔ اسپر طرہ یہ ہے کہ اگر وہ دس پانچ تھان بنا کر حیدرآباد فروخت کرنے آتا ہے تو پہلے دو چار روپیہ طے مسافت مین صرف ہوتے ہین۔ حیدرآباد مین داخل ہوتے ہی محکمہ کروڑگیری مین ٹانگ پھنستی ہے بغیر محصول ادا کیے ہوے کچھ بنتا ہی نہین قیام بلدہ مین جبتک مال فروخت نہو دو چار روپیہ اور پھر ٹوٹتا ہے۔ غرضکہ نفع برائے نام ہی رہ جاتا ہے مصیبت اور تکلیف کہانتک مین عرض کرون۔ اسیوجہ سے دل شکستہ ہو کر بیچارہ اپنے پیشہ کو سلام کرتا ہے۔ اگر وضعدار ہے تو لشتم پشتم چلائے جاتا ہے مگر اپنی حالت درست نہین کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اورنگ آباد مین بمقابلہ زمانہ گزشتہ کے اب کارخانے برائے نام رہ گئے ہین۔

پیٹھن کا سامان کسقدر تعریف کے قابل ہے اور ہماری خوش قسمتی سے اسکو ملک بنگال کی اعلی نمائش گاہ مین جانیکا شرف ملا ہے ہنمکنڈے کے ریشمی چارخانے ورنگل کے قالین ہمارے صناعونکی یادگار ہین جو آپکے ملاحظہ سے گزرے ہین لیکن ان سب مقامات کی حالت بلحاظ تجارت روز بروز نازک ہوتی جاتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم انکو ترقی دین اور انکی ترقی اسی مین ہے کہ ہمارا ملک انکی قدر کرے اور بمقابلہ ولایت کے ریشمی کپڑونکے جنپر شوب بھی نہین پڑسکتا ہے اور وہ ایک دفعہ کے استعمال سے بیکار ہوجاتے ہین اسکو ترجیح دین اور اسکا استعمال کرتے رہین تاکہ ہمارے ملک کے صناعون کے حوصلے بڑھین اور ہمارا روپیہ ہمارے ہی ملک مین رہے۔

مین نے آپکا وقت عزیز بہت ضایع کیا ہی اب مین اس دعا پر ختم کرتا ہون کہ

جامع المتفرقین ہمکو اتفاق مین کامل کرے۔ اور ہمارے کامون مین برکت عطا فرمائے اور ہمکو ہمارے عہد مواخاۃ پر اور ہماری انجمن کے سر پر سایہ حضرت بندگان عالی خلد اللہ ملکہ صحت وسلامتی کے ساتھ قائم اور دائم رکھے آمین۔

سید لطف علی

خلاصہ تقریر جو جناب بھائی مولوی سید محمد غلام جبار صاحب وکیل ہائیکورٹ و میر مجلس مواخاۃ المسلمین نے مجلس کیطرف سے جناب بھائی سید لطف علی صاحب کی تقریر کے جواب مین فرمائی

هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ - إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

میرے بھائیو!

آپ مجھسے خفا نہونگے کہ مین نے صرف بھائی کے لفظ سے خطاب کیا۔ معزز واجب التعظیم۔ پیارے۔ وغیرہ وغیرہ کے لفظون مین سے کوئی لفظ اسکے ساتھ نہین لگائی۔ مین آپکا بہت کچھ ادب کرتا ہون۔ اور بیشک آپ بے انتہا اعزاز اور تعظیم کے مستحق ہین۔ لیکن جو عظمت۔ وقعت اور محبت اس بھائی کے لفظ کی میرے دلمین ہے اور اسنے جسقدر جگہ لے لی ہے۔ اسکے بعد پھر ایک حرف کی بھی میرے دلمین گنجایش نہین رہی۔ تمام لمبے لمبے فقرون اور موٹے موٹے لفظون پر جو کمال عظمت اور غایت محبت کے اظہار مین مخارج حلقی سے قواعد قرات کی پابندی کیساتھ تکلف سے بولے جاتے ہین ان سب پر مین اس ایک مختصر پنج حرفی بھائی کے لفظ کو حاوی پاتا ہون۔ جسکو

ہم سچے دل سے بھائی کہین اور جس سے ہم عقد مواخات کرین اس سے زیادہ اور
کس کی عظمت اور محبت ہمارے قلب مین ہو سکتی ہے؟ مین سمجھتا ہون کہ یہہ میری
مختصر معذرت کافی ہوگی۔ اور آپ وفور عنایت اور کمال شفقت سے مجھے اجازت
دینگے کہ مین آپکو صرف بھائی کے لفظ سے پکارون اور صرف یہی بھائی کا لفظ
میری نسبت بھی مجھے ہمیشہ مایہ فخر و مباہات ہوگا۔

اب مین اصل مطلب پر آتا ہون۔ انجمن مواخاۃ المسلمین مین یہہ دوسرا مرتبہ ہے کہ
مین ایک بیش بہا اور قابل قدر اسپیچ پر انجمن کیطرف سے ریویو کرتا ہون۔
پہلا وقت وہ تھا کہ جب جناب بھائی مولوی محمد زمان خانصاحب نے اتفاق پر
ایک نہایت ہی عمدہ۔ پر اثر۔ اور دلچسپ تقریر فرمائی تھی اور آج یہہ دوسرا موقع ہے
کہ مین جناب بھائی مولوی میر لطف علیصاحب کی اسپیچ کی نسبت کچھ مختصر طور پر کہنا
چاہتا ہون۔

مختصر۔ اول تو اسوجہ سے کہ وہ کون سی بات ہی جو بھائی صاحب نے چھوڑ رکھی ہے
کہ مین کہون۔ دوسرے بعد ایسی لطیف فصیح۔ فاضلانہ اور مدلل تقریر کے میرے
کہنے کی کیا وقعت ہوگی۔ اگر بہ حیثیت میر مجلس یہہ میرا فرض نہوتا تو مشکل مین اپنی
جگہ سے ہلنے اور منہ کھولنے کی جرات کرتا۔

جناب بھائی مولوی محمد زمان خانصاحب کا لکچر اتفاق پر تھا اسکے بعد ہی آج
ہمین تجارت پر یہہ فصیح و بلیغ تقریر سننے کا موقع ملا جسمین کیفی یعنی تجارت جماعت
متفقہ کو زیادہ مفید ثابت فرمایا گیا ہے۔ اس اسپیچ کی کس کس خوبی کا ذکر کیا
جاوے۔ فصاحت۔ یا دش بخیر لکھنؤ جسکی اردو زبان اور فصاحت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے
تمام ہندوستان جسکا مقلد اور تابع ہے۔ وہ بھائیصاحب کا مولد اور موطن ہے
اور پھر لکھنؤ مین بھائیصاحب کا خاندان جو ایک نہایت ہی ممتاز گھرانا ہے لیس

فصاحت تو آپکا حصہ ہی ہے یا آپکے گھر کی لونڈی ہی جو چاہے کہیے اُسکا ذکر ہی کیا۔

یہہ اسپیچ بھائی صاحب کی صرف اعلی قابلیت علمی ہی کی خبر نہین دیتی ہی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ اور جغرافیہ مین آپکی واقفیت کا کیا درجہ ہی۔ اس سے آپکی قلم کا زور اور دماغ کی قوت کا بھی پتہ لگتا ہی۔ باوجودیکہ بھائی صاحب نہ خود تاجر ہین اور نہ آپ کو تجارت سے کبھی کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ ہے مگر دنیا کے ہر حصہ کی تجارتی حالت سے آپ ایسے آگاہ معلوم ہوتے ہین جیسا کہ کوئی اچھا خاصا تاجر ہوگا۔ یا وہ شخص جو کسی ایسے کمیشن کا ممبر رہا ہو جسنے تجارت کی کیفیت اور حالت کی تحقیقات کی ہو۔ اور جب باوجود بے تعلقی کے تجارت مین بھائی صاحب کی اطلاع کا یہہ حال ہے تو مین نہایت جرات سے کہونگا کہ اور مفید اور کارآمد فنون اور علمون مین اگر زیادہ نہین تو اس سے کم درجہ آپکا نہوگا۔ بھائی صاحب پر جو کچھ انجمن فخر کرے بجا ہی۔

بھائیو! اب دنیا اور خصوصاً مسلمان کمیونٹی کو ایسے ہی لوگونکی ضرورت ہی یہی لوگ ملک اور قوم کو فائدہ پہنچا سکتے ہین۔ ہر مسلمان کو ایسا ہی واقف اور بیدار اور وسیع النظر ہونا چاہیے۔ یہہ غفلت اور سونیکا وقت نہین ہی۔ غفلت ہی کی بدولت تو مسلمانون کے نصیب جاگتے جاگتے سو گیے۔ نہ ہمکو اپنی خبر نہ دوسرونکی اطلاع۔ دنیا مین اب صنعت و حرفت ہی سے ترقی ممکن ہی۔ آپ نے سنا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی تاجرون ہی کا گروہ تھا۔ تجارت ہی کے نفع مین ہندوستان اُسکے ہاتھ آیا یہہ صنعت و حرفت ہی کا پھل ہے کہ آج امریکا اور یورپ کا دولت و ثروت مین کوئی مد مقابل نہین وہان بڑھئی اور لوہار ایسے ایسے بڑے ہوے ہین کہ ایسی ویسی سلطنتونکا خزانہ بھی اُنکی نظر مین نہین سماتا۔ یہہ کیمیا کا نسخہ صنعت ہی ہے کہ اُسکی بدولت لوہا سونے کے ہموزن بکتا ہے۔

فاضل اسپیکر بھائی صاحب نے نہایت عمدگی سے تجارت کو ہر پہلو سے دکھایا ہی

دیسی تجارت کو بیرونی تجارت سے کیا نقصان پہنچا۔ اور اسکا ملک اور قوم پر کیا اثر ہوا۔ آج ڈھاکے اور بنارس کا کیا حال ہے جس ملک کی یہ حالت ہو کہ ریل اور ڈاک نے چھکڑے اور گاڑیان توڑ دین بیچارے کسان کس محنت اور جفاکشی افیون بوتے ہین جب وہ تیار ہوتی ہے تو انکو مجبوراً تین چار روپیہ سیر بیچنا پڑتی ہے اور پھر وہی بیس پچیس روپیہ سیر ہمین بیچی جاتی ہے۔ بینک نے ساہوکارون کے دیوالے نکالدیے۔ چار آنے کیواسطے بھی سیونگ بینک موجود ہے۔ منی آرڈر نے مہاجنونکی ہنڈویان بند کردین۔ یورپ کی صناعی نے ہمارے بڑھئی۔ لوہار۔ سونار جولاہونکو بیکار کردیا۔ مہربانی فرماکے آپ اپنے گھر کو دیکھین۔ اپنے آپ پر نظر فرماوین اور پھر ارشاد کرین۔ انمین بجز مٹی کی ہنڈیون اور ٹوٹی پھوٹی رکابیون کے وہ کون شی ہے جو ہندوستان کی بنائی ہوئی ہے۔ غریب سے امیر تک کے گھر تمام یورپ کے فرنیچر اور اسباب سے بھرے ہوے ہین۔ آپکا لباس از سرتاپا یورپ کے بنے ہوے کپڑونکا ہے۔ انہی کے بدلے آپکا کرورون روپیہ یورپ چلا گیا اور آپ محتاج ہوگئے۔

دنیا مین مسلمانونکا افلاس ضرب المثل ہے تاہم انمین بھی جو قومین تجارت پیشہ ہین انکو دیکھیے۔ بوہرون اور میمنون وغیرہ کا کیا حال ہے کس لطف اور آسایش سے بسر کرتے ہین مگر افسوس کہ انکی تعداد اسقدر قلیل ہے کہ انکا تمول قوم کے زخمونکا مرہم نہین ہوسکتا۔

جناب بھائی مولوی سید لطف علیصاحب! مین اس کامیابی کیواسطے جو آج آپنے اس اسپیچ کے ذریعہ سے حاصل کی آپ کو مبارکباد دیتا ہون۔ آپکی تقریر کا جادو چل گیا۔ آپنے دیکھا کہ انجمن نے کسقدر محویت سے آپکی تقریر سنی۔ آپنے قوم کو جگا دیا۔ ہمارے دلونپر اسکا بہت بڑا اثر ہوا ہم آپ اور آپکی عالمانہ و محققانہ تقریر کی بہت کچھ قدر کرتے ہین۔ آپکی یہ عمدہ تقریر ہمکو بہت دنون تک یاد رہیگی۔ قوم کے بہی خواہون ملک کے غمخوارون اور اسکے نفع رسانونکی لسٹ مین آپکا